ابداع، خلق اور تدبیر

سید وصی مظہر ندوی☆

مغرب میں جہالت اور ظلمت کا دَور جب اندلس کے مسلمان مفکرین، اہل دانش، علوم طبیعی کے ماہرین اور کائنات کے بارے میں اسلام کے علمی نقطۂ نظر کی اشاعت سے ختم ہونے لگا تو بد قسمتی سے ابتداء ہی میں مغربی مفکرین، اصحابِ فکر و دانش، علومِ تجربی کے ماہرین اور محققین کا تصادم شہنشاہیت کے سایہ اور حمایت میں پروان چڑھنے والے ادارے کلیسا اور اس کے ان محافظوں سے ہوگیا جو صدیوں سے جہالت اور جمود میں غرق تھے۔ کلیسا کے ان نام نہاد پیشواؤں نے اندلس سے آنے والی علم و تحقیق کی اس لہر کو اپنے جاہلانہ عقائد کے خلاف بغاوت قرار دے کر ہر قسم کے ظلم و زیادتی کے ذریعہ اس کو دبانے کی کوشش کی۔ اصحابِ علم و دانش کے خلاف گمراہی اور کفر کے فتوے جاری کیۓ اور ان کے نتائج کو کلیسا دشمنی قرار دے کر ان کو سنگین سزائیں دینے کے لئے بدنامِ زمانہ مذہبی عدالتیں قائم کیں۔ ان عدالتوں نے قید و بند ہی نہیں قتل اور آگ میں زندہ جلانے تک کی سزائیں دیں۔

اس ظلم و ستم کے نتیجے میں بیداری کی یہ لہر تو تھم نہ سکی، لیکن علم و تحقیق اور آزادیٔ فکر اور آزادیٔ اظہار کی کلیسا اور اس کے محافظوں سے مستقل دشمنی قائم ہوگئی، حتیٰ کہ فکر و دانش اور سائنس کے علمبرداروں نے ہر شعبے میں مذہب و کلیسا کے نظریات و عقائد کو مسترد کر دینا علم اور روشن خیالی کی لازمی علامت تصور کر لیا۔ شاعرانہ زبان میں یوں کہہ لیجئے کہ ؎

واعظ دلیل لائے جو مے کے جواز میں
اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے

اس طرح فلسفہ و سائنس دونوں غیر جانبدارانہ علمی نقطۂ آغاز سے محروم ہو کر

☆ پرانچپل۔ اونٹاریو (کینیڈا)

© rasailojaraid.com

مذہب دشمنی کی راہ پر چل پڑے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک دوسرے سے بالکل ممتاز خصوصیات کی حامل انواعِ حیوانات کو متحد الاصل بتا کر انسان کو محض ایک ترقی یافتہ حیوان ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ وہ اپنی رہنمائی کے لئے کسی بالاتر ہستی کی طرف دیکھنے کے بجائے حیوانات کی زندگی ہی کو اپنے لئے نمونہ بنا لے۔ اس طرح کائنات، جس کا ذرہ ذرہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اس کا خالق وہی ہو سکتا ہے جو علیم و حکیم اور قدیر و خبیر ہو، اس شہادت کو پسِ پشت ڈال کر کائنات کا معمہ حل کرنے کے لئے اندھے بہرے مادے میں ایک مفروضہ بڑے اتفاقی دھماکہ سے پیدا ہونے والی ہلچل کو میکانکی حرکت قرار دے کر کائنات کی تمام موجودات کی تخلیق وارتقاء کو اس میکانکی حرکت کا نتیجہ قرار دے دیا گیا۔

© rasailojaraid.c

تخلیق کائنات اور اسلام

جاہلیت اور مذہب دشمنی پر مبنی کائنات کی تخلیق کے اس نظریہ کو اسلام یکسر رد کرتا ہے۔ چنانچہ علم و حکمت اور حیات و قدرت سے محروم اندھے بہرے مادے کو ازلی اور قدیم ماننے کے بجائے اسلام کائنات کی تمام موجودات کی شہادت، فطرتِ انسانی کی تصدیق اور علومِ غیب تک دسترس رکھنے والے انبیاء اور رسولوں کی تائید سے یہ بتاتا ہے کہ اس کائنات کی ایجاد، موجودات کی تخلیق اور حکمت و مصلحت کلی کے مطابق تمام موجودات میں توافق و تعاون پیدا کر کے کائنات کا صحیح سمت میں ارتقاء، سب ایک ایسی ہستی کا فیضان ہے جو حیات و قدرت اور علم و حکمت کا سرچشمہ ہے۔ زمین کے ایک ایک ذرے سے لے کر سورج اور چاند جیسے بڑے بڑے اجرامِ فلکی تک سب اس کے حکم اور ارادہ و اختیار کے تابع ہیں۔ کائنات کی تخلیق و ارتقاء کے حوالے سے اس ہستی کے جن افعال کا ظہور ہمہ وقت ہو رہا ہے وہ تین افعال ہیں: ابداع، خلق اور تدبیر۔ شاہ ولی اللہؒ نے ان تینوں افعال کو قرآن و سنت اور مشاہدے کی روشنی میں اچھی طرح واضح کیا ہے۔

© rasailojaraid.c

ابداع:

ابداع کے لغوی معنی تو بالکل نئی یا انوکھی شے کو وجود میں لانا ہے۔ لیکن شاہ صاحبؒ نے اس اصطلاح کا تعارف اس طرح کیا ہے:

هُوَ اِیجَادُ شَیْءٍ لَا مِنْ شَیْءٍ فَیَخْرُجُ الشَّیْءُ مِنْ کَتْمِ الْعَدَمِ بِغَیْرِ مَادَّۃٍ

''کسی چیز کو کسی دوسری چیز کے بغیر وجود میں لانا ابداع ہے' چنانچہ اس کے تحت پردۂ عدم سے کوئی چیز کسی مادے کے بغیر برآمد ہوتی ہے۔''

چونکہ محض مادے کو خود بخود موجود فرض کر لینے سے کائنات کا معمہ حل نہیں ہوتا' اس لئے بعض مذاہب اور بعض فلاسفہ نے خدا' مادّہ اور روح کو قدیم ماننے کا تکلف کیا ہے' حالانکہ کسی مسئلے کے حل کے لئے اگر کچھ نہ کچھ شے فرض کرنا ضروری ہو تو وہ مفروضہ شے بس اتنی ہونی چاہئے جس سے مسئلہ حل ہو جائے۔ چنانچہ ایک ایسی ہستی کو مان لینے کے بعد جو علم' حکمت' قدرت' حیات' سمع و بصر اور ارادے کی مالک ہے' کائنات کا معمہ حل ہو جاتا ہے اور مادے یا روح کو ازلی طور پر خود بخود موجود فرض کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس حقیقت کو قرآن مجید اور احادیث میں مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الانعام: ۱۰۱)

''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد (مبدع) ہے۔''

یعنی اس سارے عالم کی تخلیق جس مادے سے ہوتی ہے اس کو پردۂ عدم سے اللہ تعالیٰ عالمِ وجود میں لایا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے:

کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ قَبْلَہٗ (بخاری: ۷۴۱۸)

''اللہ (اُس وقت بھی موجود) تھا جب کوئی چیز اس سے پہلے نہ تھی۔''

خلق یا تخلیق:

خلق یا تخلیق کی اصطلاح کو شاہ صاحب نے اس طرح بیان کیا ہے:

هُوَ اِیجَادُ شَیْءٍ مِنْ شَیْءٍ

© rasailojaraid.com

''کسی چیز کو کسی چیز سے وجود میں لانے کو خلق کہا جاتا ہے۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے بنایا' تمام جانداروں کا آغاز پانی سے کیا۔ تاہم ان تمام مخلوقات کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے محکم قوانین کے تابع بنا دی ہے۔ ان قوانین کو اجمالی طور پر اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ:

۱) اللہ تعالیٰ نے مختلف عناصر اور اشیاء میں کچھ خاصیتیں رکھ دی ہیں جو خاصیتیں ان اشیاء سے جدا نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً سنکھیا (ایک زہر) کا خاصہ جاندار کو ہلاک کر دینا ہے۔ سونٹھ کا خاصہ گرمی اور خشکی پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح کافور کا خاصہ ٹھنڈک پیدا کرنا ہے۔

۲) عناصر کی ہر نوع میں بھی کچھ خصوصیات رکھی ہیں۔ مثلاً انسان کا خاصہ نطق ہے اور سیدھا کھڑا ہو کر ہاتھوں سے کام لینا ہے۔ گھوڑے کی نوع کا خاصہ جسم کا کج ہونا' کھال پر بال ہونا' ہنہنانا وغیرہ ہے۔

۳) اسی طرح ہر جنس کے کچھ خواص ہیں۔ مثلاً نباتات میں نشوونما کی صلاحیت' حیوانات میں ایک جگہ سے دوسری جگہ خود اپنے ارادے سے جانے کی صلاحیت۔

جن محکم قوانین کے تحت یہ مختلف موجودات اپنے خواص کے مطابق کام کرتی ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں (جیسے آگ پانی کو بھاپ میں تبدیل کر دیتی ہے) انہی محکم قوانین کو مادہ پرستانہ نقطۂ نگاہ رکھنے والوں نے یہ معنی دیئے کہ ان موجودات کے اوپر کوئی اور صاحبِ ارادہ و قدرت ہستی موجود نہیں ہے' بلکہ یہ موجودات مشینی خود کار نظام کے تحت خود بخود سرگرم عمل ہیں۔ لیکن یہ مفروضہ غلط ہے اور اس تعصب پر مبنی ہے جو مغربی دانشوروں میں مذہب کے خلاف اربابِ کلیسا کی نادانی سے پیدا ہو گیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے قرآنی تعلیمات اور انسانی مشاہدات کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عالم کی تخلیق کے بعد اس سے لاتعلق نہیں ہو گیا بلکہ اپنے عدل و رحمت کے تقاضوں کے مطابق اس نے کائنات کی تدبیر و انتظام کو بھی خود سنبھال رکھا ہے۔

© rasailojaraid.com

تدبیر:

تدبیر کی تعریف شاہ صاحب نے اس طرح کی ہے:

''عالم موالید (عناصر) کی تدبیر یہ ہے کہ عناصر سے وہی نتائج ظاہر ہوں جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ہوں' چنانچہ اس کی سخاوت و رحمت جس مصلحت کا تقاضا کرے عناصر کا عمل اسی مصلحت کو بروئے کار لائے۔''

پھر تدبیر کی یہ تعریف بیان کرنے کے بعد اس کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ صاحب نے لکھا ہے:

''عناصر کے اندر جو قوتیں ودیعت کی گئی ہیں اور جو قوتیں ان عناصر سے کبھی جدا نہیں ہوتیں' جب یہ قوتیں ایک دوسرے کی مزاحمت کرتی ہیں اور ان کے اندر باہم تصادم ہوتا ہے تو اللہ کی حکمت کے تحت ان سے مختلف نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ ان نتائج میں بعض جوہر (یعنی اپنی ذات سے قائم) ہوتے ہیں' مثلاً مٹی اور پانی ملنے سے کیچڑ یا گارا بن جاتا ہے اور بعض نتائج عرض (یعنی کسی دوسرے جسم کے ساتھ قائم ہونے والی شے) ہوتے ہیں' جیسے حرارت جو پانی اور آگ کے باہم ملنے سے پانی میں پیدا ہو جاتی ہے''۔

پھر یہ اعراض جو جانداروں میں پیدا ہو جاتی ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱) اَفعال..... مثلاً کسی جاندار میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو ایک فعل ہے۔

۲) ارادے

یہ تمام اثرات اور حالات جو عناصر کی باہمی ملاوٹ یا تصادم سے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے کوئی اثر یا حال بجائے خود شر نہیں ہے' کیونکہ ان کا ظہور اس خاصہ کے تحت ہوتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے ان عناصر میں رکھا ہے۔ مثلاً تلوار میں اگر کاٹنے کی صلاحیت ہے تو یہ صلاحیت بذاتِ خود شر نہیں ہے۔ یا آگ جلاتی ہے تو یہ جلانا بجائے خود شر نہیں ہے' کیونکہ یہ اس خاصہ کا ظہور ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء میں رکھا ہے' مگر کسی اور پہلو سے اس خاصہ کا ظہور شر بن جاتا ہے' مثلاً کوئی ظالم بے گناہ کو تلوار سے قتل کر دے یا آگ سے کسی غریب کی جھونپڑی جل جائے۔ ظاہر ہے کہ مظلوم کا قتل

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

ہونا یا جھونپڑی کا جل جانا شر ہے۔ چنانچہ جب ان عناصر سے کوئی اثر یا نتیجہ ظاہر ہونے والا ہوتا ہے جو کسی دوسرے پہلو سے شر ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کے ذریعہ اس میں مداخلت فرماتا ہے اور شر کے ظہور کو روک دیتا ہے۔ اس روکنے کے چار طریقے ہیں:

۱) **قبض**: یعنی کسی عنصر یا سبب کے اثر کو سکیڑ کر کم کر دینا' مثلاً قاتل کی ضرب کا زور کم کر دینا تا کہ وہ کاری اور مہلک نہ رہے' یا جیسے جنگ بدر میں ہتھیاروں سے لیس ایک ہزار بہادروں پر مشتمل فوج ۳۱۳ ناکافی ہتھیاروں والے اور بیشتر ناتجربہ کار افراد پر مشتمل دستے کے مقابلے میں شکست کھا گئی۔

۲) **بسط**: کسی عنصر یا سبب کے اثر کو ناقابل تصور حد تک بڑھا دینا' مثلاً گھونسے میں اتنی طاقت پیدا کر دینا کہ وہ مہلک بن جائے یا مٹھی بھر خاک کا مخالف فوج کے ہر سپاہی کی آنکھوں میں گھس جانا یا محض زمین پر پاؤں مارنے سے چشمہ پھوٹ نکلنا۔

۳) **احالہ**: یعنی کسی خاصیت یا اثر کو بالکل الٹ دینا' جیسے آتشِ نمرود کو سرد اور سلامتی بخش بنا دیا گیا۔

واضح رہے کہ تدبیر کے یہ طریقے بالعموم غیر ذی روح عناصر کے سلسلہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ عالم اسباب میں اس طرح کی مداخلت انتہائی مخصوص حالات میں شاذ و نادر ہی کی جاتی ہے' کیونکہ اگر یہ مداخلت عام طور پر کی جانے لگے تو عالم اسباب پر سے مخلوق کا اعتماد ختم ہونے کے نتیجہ میں نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ جب عالمِ اسباب اور عناصر کے اثرات کی وجہ سے کسی شخص یا اشخاص کو بیجا یا ناحق نقصان اٹھانا پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ اس نقصان کی تلافی فرما دیتا ہے' مثلاً اگر کسی کی آنکھیں پیدائشی طور پر یا کسی بیماری کی وجہ سے بصارت سے محروم ہو جائیں تو اس کے دیگر حواس بالخصوص لمس (چھونے) کی قوت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر حالات کی مجبوری کے تحت کسی نقصان کی تلافی اس دنیا میں نہیں ہو پاتی تو مرنے کے بعد دوسری دنیا میں اس کی تلافی مؤثر طور پر کر دی جاتی ہے کہ دنیا کی ہر تکلیف وہاں کی نعمتوں میں بالکل فراموش ہو جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

۴) **الہام (دل میں ڈالنا)**: تدبیر کا یہ چوتھا طریقہ جانداروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ الہام یا دل میں ڈالنے کی کئی صورتیں ہوتی ہیں، مثلاً سوچ یا خیال پر اثر انداز ہونا۔ اس طرح کا الہام قریب قریب سب انسانوں کو ہوتا رہتا ہے، بلکہ دیگر حیوانات کو بھی یہ الہام ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی آدمی اچانک کسی جگہ جانے کا ارادہ کر لیتا ہے، یا اسی طرح ایک ارادے کو منسوخ یا ملتوی کر دیتا ہے۔ ایک ہوائی جہاز یا ٹرین پر سفر کا ارادہ بدل کر دوسری پرواز یا ٹرین سے سفر کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے اور اس تبدیلی سے وہ کسی بڑے نقصان سے بچ جاتا ہے یا کوئی بڑا فائدہ حاصل کر لیتا ہے، یا اس کے برعکس اور اس تبدیلی سے وہ کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو جاتا ہے یا کسی فائدے سے محروم رہ جاتا ہے۔

اسی طرح فطری اور جبلی رہنمائی بھی الہام کی ایک شکل ہے۔ مثلاً بچے کا ماں کی چھاتی سے دودھ پینا، شہد کی مکھی کا اپنا چھتا بنانا، چھتے میں تقسیم کار پر عمل کرنا اور شہد بنانا، اس عمل کا ذکر خود قرآن حکیم میں ''وحی'' کے نام سے کیا گیا ہے۔ اس وحی کی بہت عمدہ مثال ان پرندوں کی وہ طویل پروازیں ہیں جو موسم سرما اور گرما میں کئی کئی براعظموں کے درمیان یہ کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جرمنی کے ایک محقق Dr.Wemes Dun Gitt کی اس تحقیق کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی تدبیر ''الہام'' کو سمجھنے کے سلسلہ میں بے حد مفید ہے جو اس نے ایک پرندے پلور (Plover) کے بارے میں کی ہے، اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''یہ پرندے الاسکا سے موسم سرما میں جنوب کی طرف جزائر ہوائی کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں۔ اڑھائی ہزار میل کا یہ سفر ان کو ایک اڑان میں مکمل کرنا ہوتا ہے کیونکہ راستے میں کوئی اور جزیرہ یا ساحل موجود نہیں ہے، جبکہ یہ پرندہ سمندر میں تیرنا بھی نہیں جانتا کہ پانی میں دم لے سکے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس سفر کے دوران وہ اڑھائی لاکھ مرتبہ اپنے پروں کو پھیلاتا اور سکیڑتا ہے۔ اس طرح یہ پرواز وہ ۸۸ گھنٹوں میں مکمل کرتا ہے۔ پرندہ جب اس سفر کا آغاز کرتا ہے تو توانائی کے خزانے کے طور پر اس کے جسم میں کوئی ۷۰ گرام چربی ہوتی ہے،

© rasailojaraid.com

لیکن سائنسی فارمولے کے مطابق وہ اپنے سفر میں جس رفتار سے توانائی صرف کرتا ہے اس کے مطابق اس کی محفوظ شدہ توانائی سے سفر کا صرف ۸۱ فیصد فاصلہ طے ہو سکتا ہے۔ یعنی اس کی منزل ابھی ۵۰۰ میل کے فاصلے پر ہوتی ہے جب فارمولے کے مطابق اس کی توانائی کو ختم ہو جانا چاہئے' چنانچہ باقی ماندہ فاصلہ طے کرنے کے لئے توانائی کی موجودگی کا اہتمام خالق کائنات نے بہت پراسرار انداز میں کیا ہے۔ ان پرندوں کو جبلی طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ تنہا اس سفر پر نہ جائیں اور دورانِ سفر ان کی ہر ٹکڑی V کی شکل میں پرواز کرے۔ اس طرح پرواز کرنے سے وہ اپنی ۲۳ فیصد قوت بچا لے جاتے ہیں۔ چنانچہ منزل پر پہنچ کر ان پرندوں کے پاس عام طور پر ۶.۸ فی صد قوت ابھی مزید باقی ہوتی ہے۔ یہ محفوظ قوت اتفاقی حوادث کے لئے ہے کہ اگر دورانِ سفر مخالف ہوا کے طوفان کا سامنا کرنا پڑ جائے تو یہ توانائی کام آ سکے۔''

(بالاختصار از رسالہ ترجمان القرآن' ماہ جون ۲۰۰۲ء' ص ۵۲' ۵۳)

کیا پرواز کے ان طریقوں کا علم اور ایندھن و فاصلہ کے مابین یہ نسبت پرندوں نے اپنے تجربے سے حاصل کی ہے یا پرواز کی تربیت دینے والے کسی ادارے کی ڈگری ان کے پاس ہے؟

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ۘ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ﴾ (الملک:۱۹)

''کیا لوگ اپنے اوپر پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے؟ صرف رحمٰن (اللہ) ہی انہیں تھامے ہوئے ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے (ہر پہلو اس کے مدنظر ہے)۔''

اس طرح کا الہام جبلی طور پر ہونے کے علاوہ دل کے ارادے اور سوچ میں تبدیلی پیدا کر کے کبھی خواب کے ذریعہ اور کبھی کسی اچانک قرینے کو دکھا کر تمام ذی روح مخلوق کو کیا جاتا رہتا ہے۔

نیز یہ الہام کبھی اس شخص کو ہوتا ہے جس کا اپنا معاملہ ہوتا ہے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے قیدی ساتھیوں کے خواب اور کبھی دوسرے شخص کو ہوتا ہے' جیسے سات

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

سالہ قحط رونما ہونے کے بارے میں بادشاہِ مصر کا خواب۔

یہ الہام کبھی وحیٔ شرعی کی صورت میں ہوتا ہے جو اللہ کا فرشتہ اس کے کسی منتخب بندے تک اس طرح پہنچاتا ہے کہ جس بندے کو پہنچایا جاتا ہے اُس کو اُس کے وحیٔ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔

الہام اور وحی کی ان تمام صورتوں کا اجمالی ذکر سورۂ شوریٰ کی اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ (الشوریٰ:۵۱)

''کسی انسان کو یہ استحقاق نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے، مگر وحی (اشارے) کی صورت میں یا کسی پردے کے پیچھے سے یا پھر وہ کوئی پیغام دینے والا (فرشتہ) بھیجے تو اس کے اذن سے جو وہ چاہتا ہے وحی کر دے۔ بیشک وہ برتر حکمت والا ہے۔''

اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تخلیق کا یہ نظام خودکار مشینی نظام نہیں بلکہ:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (القصص:۶۸)

''اور تیرا رب جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے اور (اس تخلیق میں) انتخاب کرتا ہے، تخلیق میں یہ انتخاب کا حق ان کو حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے اور جن کو یہ لوگ اس کا شریک بناتے ہیں ان سے وہ (بہت) برتر ہے۔''

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

© rasailojaraid.com